

## شامی پناہ گزین، مشرق و سطی اور عالمی ضمیر

عبدالغفار عزیز

جان شمار صحابی حضرت خباب بن الأرث نے رات کے پچھلے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے تابانہ دعا میں دیکھیں تو ترب پ کر پوچھو ہی لیا: ”یا رسول اللہ! آج تو گلتا ہے خصوصی دعا ہوئی ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ ہمیں اس طرح (کسی عذاب) سے ہلاک نہ فرمائے کہ جیسے گذشتہ قویں ہلاک کی گئیں۔ اللہ نے میری دعا قبول فرمائی۔ میں نے دعا کی کہ ہم پر ہمارے دشمن کو غالب نہ رہنے دے۔ اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ پھر میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ ہمیں باہم دشمن گروہوں میں نہ تقسیم کر دے مگر میری یہ دعا قبول نہ کی گئی۔“ رب ذوالجلال کا فیصلہ تھا کہ اس نے ہمیں باہم اختلافات کے ذریعے آزما ہے اور اسے معلوم تھا کہ ہم نے اس آزمائش میں ناکامی کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ اس نے اپنے حبیب کو بھی اس کی اطلاع دے دی۔ یہ حدیث اور ایک دوسرے موقعے پر ارشاد کیا گیا یہ فرمان کہ ”عقریب تم لوگوں پر اقوام عالم یوں جھپٹیں گی جیسے بھوکے کسی دسترخوان کی طرف لپکتے ہیں“ کو دیکھیں تو عالمِ اسلام کا حال یہ نقشہ واضح طور پر سامنے آ جاتا ہے۔

ایک طرف گذشتہ ۱۵ اسال سے جاری ”دہشت گردی“ کے خلاف جنگ کے نام پر مکمل تباہ کاری ہے۔ امریکی سرپرستی میں عالمی فوج کشی تمام قانونی و اخلاقی پابندیوں سے بے نیاز ہے۔ اس ضمن میں گوانتا نامو، ابو غریب اور ڈاکٹر عافیہ کی مثال ہی کافی ہے۔ دوسری طرف تقریباً ہر مسلمان ملک میں فتنوں کا وہ طوفان ہے کہ ایک بند باندھیں ۱۰۰ ابندڑوں نتھے ہیں۔ دین، عبادت اور جہاد جیسے مقدس الفاظ کو دہشت اور خون ریزی کی مہیب علامت بنا دیا گیا ہے۔ مسلک اور فرقہ بندی

ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، اکتوبر ۲۰۱۵ء

اصل دین قرار دی جا رہی ہے۔ کتنے ایسے مسلمان ملک ہیں کہ جن کے شہری، شیعہ یا سنی کو صھیونی درندوں سے زیادہ بڑا دشمن قرار دیتے ہیں۔ کتنے ایسے ملک ہیں کہ جہاں سفاک جزل سیسی، درندہ صفت بشار الاسد اور قاتل حسینہ واجد جیسے نگاہ انسانیت حکمران اپنے ہی شہریوں کو پیوند خاک کر رہے ہیں۔

تین سالہ معصوم شامی بچے عیلان عبداللہ کی سمندر میں تیرتی قصور تو صرف ایک استعارہ ہے۔ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۱ کے بعد سے پورا شام خون کے سمندر میں ڈوبتا ہوا ہے۔ عیلان عبداللہ کی تصویر شائع ہونے کے بعد یورپ کی طرف بھاگتے تباہ حال شامی مہاجرین کا بھی ایک مختصر سا گوشہ ہی عالمی ذراائع ابلاغ کی زینت بن سکا ہے، وگرنہ اس وقت ایک کروڑ ۲۰ لاکھ سے زائد شامی عوام مختلف مہاجرین کیمپوں میں موت سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

یہاں اس بات کا اعتراف و اظہار ضرور کرنا چاہیے کہ بعض یورپی ممالک مثلاً جرمنی، کسی حد تک فرانس اور قدرے تردد کے بعد برطانیہ نے ان مہاجرین کے لیے اپنے دروازے کھولنے کا اور اربوں ڈالر کے بجٹ کا اعلان کیا ہے۔ لٹے پٹے مہاجرین سیکڑوں کلومیٹر کی مسافت طے کرنے کے بعد ان ممالک میں پہنچنے تو بس وغذا کے شال لگا کر ان کا استقبال کیا گیا اور امید کی جا رہی ہے کہ یہ مہاجرین مستقبل میں بھی وہاں بہتر موضع حاصل کر سکیں گے۔ لیکن بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا ان چند ہزار مہاجرین کو پناہ ملنا یا نہ ملنا ہی اصل مسئلہ ہے؟ تین سالہ عیلان کی تیرتی لاش سے پہلے اسی بھیڑہ روم میں ۲۸۰۰ شامی مہاجرین ڈوب چکے ہیں، ان میں سیکڑوں بچے اور خواتین بھی شامل تھے۔ عالمی برادری اور اس کا فعال میدیا کیوں انداھا بنا رہا؟ ہمارے اپنے بعض وہ عزیز کالم نگار جرمنی کی چانسلر کے لیے خالہ میرکل! شکریہ کی تختیاں سجا رہے ہیں، ترکی میں پناگزیں ۲۰ لاکھ سے زائد، لبنان اور اردن میں ۲۵ لاکھ سے زائد اور سعودی عرب میں ۲۵ لاکھ اور خود شام کے اندر بے گھر ۸۰ لاکھ سے زائد شامی مہاجرین کے بارے میں ایک بھی حرف ہمدردی کیوں تحریر نہیں کر پائے؟ ترکی نے ان مہاجرین سے حسن سلوک کی نئی تاریخ رقم کی ہے۔ تمام سرکاری انتظامات کے علاوہ اس نے اعلان کیا ہے کہ جو شہری ان مہاجرین کو اپنے گھروں میں پناہ دیں گے، ان کے لیے بھلی پانی کے بلوں اور ٹیکس میں تخفیف کی جائے گی۔ سعودی عرب جہاں ۱۰ لاکھ سے زائد یمنی مہاجرین بھی آپکے ہیں اور جہاں اقامتی ویزوں کا حصول ایک کٹھن مرحلہ ہوتا ہے،

وہاں ان شامی و یمنی مہاجرین کو دیروں کی تجدید اور کفیل کی بندش سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ لیکن کبھی ان کا ذکر خیرتک نہیں کیا جاتا بلکہ انھیں مسلسل خالقانہ مہم کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے۔ ترکی یا سعودی عرب کا تصیہ کہنا مقصود نہیں، لیکن عرض یہ کرنا ہے کہ جب شامی پناہ گزینوں کا ذکر ہو تو صرف یورپی ممالک کے گیت نہ گائے جائیں ان مسلمان ملکوں کو بھی خراج قسیم پیش کیجیے جو اس ضمن میں کوئی بھی ادنیٰ کوشش کر رہے ہیں۔ اس حقیقت کا ذکر بھی کیا جائے کہ ہنگری، آسٹریا، سلوواکیا اور یونان سمیت متعدد یورپی ریاستوں میں ان مہاجرین کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جا رہا ہے۔ ہنگری نے ان لئے پڑی مہاجرین کا راستہ روکنے کے لیے طویل آہنی باڑ قائم کر کے وہاں خونخوار کتے چھوڑ دیے ہیں۔ اسی طرح آسٹریا کی موڑوے پر شامی مہاجرین کی لاشوں سے بھرا ہوا ایک پورا کٹیٹیز دریافت ہوا اور ان 'انسانیت دوست' یورپی ممالک کے کان پر جوں تک نہ ریتگی۔ سلوواکیا نے بآمر جووری مہاجرین کی محدود تعداد وصول کرنے کا اعلان کیا ہی تو کہا "وہ صرف مسیحی مہاجرین کو آنے کی اجازت دیں گے"۔ واشنگٹن پوسٹ سمیت مغربی پریس میں شائع ہونے اور مختصر عوامی احتیاج کے باوجود عملاء یہ پالیسی جاری ہے۔ یہ منظر بھی بیان کرنا چاہیے کہ کس طرح ہنگری کی ایک خاتون صحافی ان ہائپنے کا نپتے مہاجرین کو دولتیاں رسید کر رہی تھی۔ جب کیمروں کی زد میں آگئی تو اس کے ادارے نے اسے بطرف کر دیا، لیکن اگلے ہی روز برطانیہ میں ایک دوسرے ادارے نے ملازمت دے کر اس کی حوصلہ افزائی کی۔

دوسری اور بیانی بات یہ کہ شامی مہاجرین کا مسئلہ کبھی اور الہ ناک ہونے کے باوجود اصل مسئلہ نہیں ہے۔ نہ آیندہ دو سال کے دوران ہی ایک لاکھ ۲۰۰ ہزار مہاجرین کو یورپ میں پناہ دینے کے اعلان سے یورپ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ اصل مسئلہ شامی درندے بشار الاسد سے وہاں کے عوام کو نجات دلانا ہے، ۱۹۷۰ء سے جس کا خاندان شام میں اپنے ہر خالف سے حقِ حیات سلب کر رہا ہے۔ امریکی سرپرستی میں یورپی ممالک بھی شامی عوام کے حق میں زبانی جمع خرچ تو خوب کر رہے ہیں، لیکن بشار اور جزر سیسی جیسے قاتلوں کو عوام پر مسلسل مسلط رکھنے میں بھی سہیم ہیں۔ ایک مثال سے ان ملکوں کے زبانی جمع خرچ کا اندازہ لگا لیجیے۔ امریکا نے بشار الاسد سے عوام کو نجات دلانے کے لیے انھیں فوجی تربیت دینے کا اعلان کیا اور کہا کہ ۱۵ ہزار معتدل فوج

رکھنے والے نوجوانوں کو تربیت اور اسلحہ دیا جائے گا۔ گذشتہ ۸ ماہ میں ان ۱۵ اہزار میں سے صرف ۵۳ رافراڈ کو تربیت دی گئی اور اس پر ۲۳ ملین امریکی ڈالر یعنی ۲ ارب ۲۰۰ کروڑ روپے خرچ دکھائے گئے۔ ان تربیت یافتہ افراد کے سربراہ عمار الاوی نے ڈیلی ٹیلی گراف کو خصوصی انترو یو میں یہ اعداد و شمار بتاتے ہوئے کہا کہ اگر اسی رفتار اور اس حساب سے تربیت دی گئی تو ۱۵ اہزار افراد کے لیے ۳۸ سال کا عرصہ اور اربوں ڈالر درکار ہوں گے۔ الاوی نے یہ شکوہ بھی کیا کہ امریکی ذمہ داران نے ہمیں دشمن کے سامنے تنہا چھوڑ دیا۔ اطلاع دینے کے باوجود کوئی امریکی جہاز ہماری مدد کونہ آیا اور ہمارے پانچ ساتھی مارے گئے، باقیوں کو فرار ہو کر پناہ لینا پڑی۔ اخراجات اور عملی اقدام کی بعینہ یہی صورت داعش کے خلاف اعلان جنگ کی بھی ہے۔ عربی محاورے کے مطابق **بَعْدَةَ الْأَطْلَيْوِ**، ”چکلی کا شور بہت ہے، آنا چکلی بھی نہیں۔“

یہ صرف ایک تجویہ ہی نہیں، سامنے دکھائی دینے والی اور خود ان کی اپنی دستاویزات سے ثابت حقیقت ہے کہ وہ بشار جیسے درندوں کو بھی باقی رکھنا چاہتے ہیں اور مخصوص مسلح تنظیموں کو بھی۔ ان دونوں کے خلاف جنگ کے نام پر پورے خطے کو مسلسل خون ریزی میں بیٹلا کر کے اس کے شکار مسلمان ملکوں کا خون نچوڑنا چاہتے ہیں۔ شام کو ایران کا اور یمن کو سعودی عرب کا افغانستان بنانے کی باتیں علانیہ کی جا رہی ہیں۔ امریکی **بیشنل سیکورٹی کونسل** کی مکشوف ہو جانے والی دستاویزات کے مطابق اس عمل کو بھروسے کے چھتے، کا نام دیا گیا ہے۔ جس میں خونی ڈیٹیٹری شپ کے علاوہ خطے میں ایسے شدت پسند گروہ پیدا کرنا اور باقی رکھنا شامل ہے، جو اسلامی اصطلاحات استعمال کرتے ہوئے اپنے علاوہ سب کو مرتد قرار دی۔ ان کا خون بہاتے رہیں اور پڑوس میں واقع اسرائیل محفوظ رہے۔ اسی حکمت عملی کی تصدیق صہیونی وزیر دفاع موشے يعلون اور اسرائیل کے ملٹری ائیلوں جس کے سابق سربراہ عاموس یدلين نے بھی محدود افراد کے ایک یہی نام میں کی ہے، جو صہیونی اخبارات میں شائع ہو گئی کہ ”داعش اسرائیل کے لیے کوئی براہ راست یا حقیقی خطرہ نہیں۔ اس کی عسکری قوت حساس کی قوت سے آدمی بھی نہیں ہے۔“

زمینی حقوق اور دستاویزی شہوقوں کے باوجود ہمیں اصل شکوہ امریکا، یورپ یا صہیونی دشمن سے نہیں ہونا چاہیے۔ وہ ہماری ہی کمزوریوں، حماقوتوں اور جرائم کو اپنی مرضی کا رُخ دیتے اور انھیں

اپنے مفادات کے تابع بناتے ہیں۔ شام، عراق اور مصر میں جتنا خون خود مسلمانوں نے ایک دوسرے کا بھایا اور بھار ہے ہیں اس کا عشرہ عشیر بھی ان کے دشمنوں نے نہیں بھایا۔ شام میں گذشتہ ساڑھے چار برس کے دوران میں ۳ لاکھ سے زائد بے گناہ عوام موت کے گھاث اُتار دیے گئے اور یہ سلسلہ اب بھی تیزی سے جاری ہے۔ چند ہفتے قبل دمشق کے پڑوں میں واقع 'دوما' پر بشار کے ایک ہی محلے کے نتیجے میں ۱۳۰۰ افراد شہید ہو گئے۔ الغوطہ الشرقیہ پر محلے سے ایک ہی روز ۴۰۰ افراد شہید ہو گئے جن میں ۸۳ بچے اور ۲۰ خواتین بھی شامل تھے۔ ملک کے مختلف علاقوں میں ایک ہی روز قتل کر دیے جانے والوں کے اعداد و شمار جمع کیے جائیں تو گاہے یہ تعداد ہزار سے تجاوز ہو جاتی ہے۔

روتی ریپھ اب اس معمر کے میں برداشت اتر آیا ہے۔ اس نے نہ صرف بشار الاسد کو بے پناہ اسلحہ دیا ہے بلکہ اپنے اعلیٰ عسکری مہارت رکھنے والی افراد بھی شام بھیجے ہیں۔ ستر کے پہلے ہفتے میں بشار افواج کو ابوالظہور، فوجی ائمہ پورث پر بڑی ہزیست اٹھانا پڑی تو اس پر قبضہ کرنے والوں نے وہاں سے نہ صرف شامی فوجی افسر بلکہ روس اور ایران کے ماہرین بھی گرفتار کرنے کا دعویٰ کیا۔ خود روسی خبر سال ایجنسی 'گازیٹارو' کے مطابق روسی فوجیوں کو دھوکے سے شام بھیجا گیا ہے۔ ایجنسی کی تحقیق کے مطابق ۷۱ اگست کو ان فوجیوں کے لیے احکام جاری ہوئے کہ وہ فوجی بندرگاہ 'نو رو سیسک' پکنچیں، وہاں سے انھیں ایک انتہائی خفیہ کارروائی کے لیے بھیجا جانا ہے۔ وہ اسے یوکرائن جانے کا خفیہ حکم سمجھتے رہے، بعد میں ان پر عقدہ کھلا کر انھیں شام بھیجا جا رہا ہے۔ اب ایسے فوجی جنہیں شام بھیجنے پر قائل کرنا بھی ممکن نہیں تھا اور جو اپنے افسروں سے سوال پوچھ رہے ہیں کہ "ہم بشار کی خاطر جانیں کیوں دیں؟" شام میں بھلا کیا کار نامہ ان جام دے سکیں گے؟ لیکن روسی صدر پوٹین اس وقت روس کو پھر سے بڑی عالمی قوت ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ شرق اوسط میں شام اب اس کا آخری ٹھکانا ہے۔ اسے بشار کی پشت پر کھڑا رکھنے میں ایران کا بھی واضح اور بھرپور کردار ہے۔ ایسے وقت میں کہ جب شام میں بشار الاسد صرف ۲۰ فی صد علاقے میں محصور رہ گیا ہے روس کا یہ اقدام اس کے لیے مفید ہو سکے گا یا نہیں؟ لیکن یہ امر طے شدہ ہے کہ شام اور عوام کی مزید تباہی اور ہلاکتیں ہوں گی۔

شام ہی نہیں عراق بھی خوف ناک تباہی کے بعد اب ایک نئے آتش فشاں کے دھانے پر

آن کھڑا ہوا ہے۔ سابق وزیر اعظم نوری الملاکی اور اس کے وزراء نے صرف ملکی تباہی اور مسلکی منافرت کا ایجاد اخوف ناک انداز سے آگے بڑھایا، بلکہ لوٹ مار اور کرپشن کے بھی نئے ریکارڈ قائم کیے۔ اس کے باوجود پہلے کئی ماہ تک اسے دوبارہ وزیر اعظم بنانے کی کوشش کی گئی، اس میں ناکامی کے بعد اسے نائب وزیر اعظم بنوادیا گیا۔ لیکن اب خود وزیر اعظم حیدر العبادی اور ان کی حامی شیعہ جماعتیں اس کی کرپشن کے خلاف سراپا احتجاج ہیں۔ گذشتہ اڑھائی ماہ سے ہر جمعے کے روز بہت بڑی تعداد میں عراقی عوام اس کے خلاف مظاہرے کرتے اور کرپٹ ٹولے کو سزا دینے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وزیر اعظم حیدر العبادی نے مالکی کو ہٹا کر اس کے خلاف عدالتی کا روائی کا عندیہ دیا ہے۔ اس ٹھمن میں بغداد میں ہونے والا ایک قوی اجلاس بالخصوص زیاد کا باعث ہوا ہے۔ اس میں ساری مرکزی عراقی شیعہ قیادت جمع ہوئی اور ان کے ساتھ عراق میں موجود ایرانی بزرل قاسم سلیمانی صاحب بھی علائیہ شریک ہوئے۔ عراقی سیاست کا رخ طے کرنے کے لیے ہونے والے اجلاس میں اہم ایرانی بزرل کی شرکت کی تصاویر نے عراق میں ایرانی نفوذ کے مخالف عناصر کو بھرپور لوازمہ فراہم کیا۔ اگلے ہی ہفتے کربلا میں نماز جمعہ کے بعد ہونے والے بڑے اجتماع میں عراق کے اعلیٰ ترین شیعہ مرجع آیت اللہ سیستانی کے نمایمہ عبد الهادی کربلائی نے ان کا پیغام سناتے ہوئے کہ کرپشن کے خلاف جنگ میں عراقی عوام کے ساتھ کھڑے ہونے کا اعلان کیا۔

واشنگٹن میں نئے مشرق و سطہ کے موضوع پر ہونے والی ایک حالیہ کانفرنس میں سی آئی اے کے سربراہ نے کہا تھا ”عراق اور شام کے عوام اب خود کو اپنے ملک کے نام سے نہیں اپنے قبیلہ، مسلک اور علاقے کی بنیاد پر متعارف کرواتے ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا ”میرا خیال ہے کہ آئندہ دو یا تین عشروں میں شرق اوسط کا نقشہ اس کے حالیہ نقشے سے یکسر مختلف ہوگا“۔ نئے شرق اوسط کے پرانے امریکی نقوشوں میں خطے کی تقسیم نہیں، ان نئی ریاستوں کو باہم متحارب رکھنا بھی شامل ہے۔ گویا عراق میں ایک نئی شیعہ ریاست بنانا ہی مطلوب نہیں، فارسی شیعہ ریاست سے عرب شیعہ ریاست کا تصادم مقصود ہے۔ اللہ کرے کہ عراق میں جاری حالیہ سیاسی کشکاش تقسیم در تقسیم کے اس بیرونی خواب کی تیکیل کا ذریعہ نہ بنے۔ وگرنہ حالات کا دھارا اس قدر ہونا کہ ہر آنے والے دن اسی مسلکی جنگ پر تیل چھڑک رہا ہے۔ عراق اور شام سے باہر خلائقی ریاستوں میں بھی آئے روز

ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ جن کا انجام کسی صورت ثابت نہیں ہو سکتا۔ کبھی کویت سے حزب اللہ کے مسلح خنیہ سیل، کا انکشاف ہوتا ہے۔ کبھی بحرین سے اتنی مقدار میں اسلحہ پکڑا جاتا ہے کہ وزیر داخلہ کے بقول اس سے پورا دارالحکومت تباہ ہو جاتا۔ مساجد اور امام بارگاہوں پر حملہ جاری ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سو شل میدیا اور یورپ سے چلنے والے ٹی وی چینیوں کے ذریعے صحابہ کرام، امہات المؤمنین اور اہل بیت کے بارے میں وہ غلیظ زبان استعمال کی جا رہی ہے کہ کوئی حلیم سے حلیم مسلمان بھی سن کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔

مصر اور یمن کی صورت حال ایک الگ مفصل جائزے کی محتاج ہے لیکن وہاں بھی موت کا بھوت مسلسل تباہی پھیلا رہا ہے۔ مصر میں اپنے عوام کو بلا تردید قتل کرنے کی خونگر مصری فوج نے گذشتہ دنوں میکسیکو کے ۱۲ سیاح قتل کر دیے تو مغرب میں کچھ احتجاج ہوا۔ میکسیکو کی وزیر خارجہ نے قاہرہ جا کر جزوں سیسی سے تاوان طلب کیا تو اسے بھی زبانی معدربت کرتے ہوئے بتایا گیا کہ فوج نے ان شہریوں کو دہشت گرد سمجھ کر غلطی سے مار دیا۔ اب دونوں ملکوں کے درمیان سفارتی برحان چل رہا ہے اور گرنہ مصر میں ۲۰ ہزار سے زائد بے گناہ جن کی اکثریت اعلیٰ تعلیم یا فن افراد پر مشتمل ہے اور جن میں سے ۲۸۹ افراد اب تک جیلوں کے اندر تشدد اور بیماریوں سے موت کی وادی میں اُتر چکے ہیں، کے حقوق کے بارے میں کسی مغربی یا مشرقی ملک کو ادنیٰ سروکا نہیں ہے۔

یمن میں البتہ کچھ ثابت پیش رفت یہ ہوئی ہے کہ پورے ملک پر قابض ہو جانے والے باغی حوثی قبائل کوئی محاذوں پر واضح شکست کا سامنا ہے۔ یمن کا دوسرا بڑا شہر عدن ان سے مکمل طور پر خالی کروالیا گیا ہے اور تحریک اسلامی یمن کے ایک فعال نوجوان کو اس کا عبوری اختیار سونپا گیا ہے۔ اب دارالحکومت صنعتاء کو ان باغیوں سے واگزار کروانے کی کارروائی جاری ہے۔ کاش! یہ باغی پورے ملک پر قبضہ نہ کرتے۔ کاش! سابق ڈکٹیٹر علی عبداللہ صالح ۳۳ سالہ اقتدار پر التفاکرتے ہوئے، یمنی عوام سے انتقام لینے کی آگ نہ بھڑکاتا۔ اور کاش! ایران جیسا اہم برادر ملک ان باغیوں کی مدد نہ کرتا۔ لیکن اب تو وہاں پانی سر سے گزر چکا۔ اللہ کرے کہ یمن سمیت تمام ملکوں میں نفرت، انتقام اور تعصیب کے بجائے امن، حکمت اور انصاف کا علم اٹھانے والے آگے بڑھ سکیں۔

اب ایک جانب یہ سب قتل و غارت اور ڈکٹیٹر شپ کی لعنت ہے اور دوسری جانب امت

کے قبلہ اول کے خلاف کھلی صہیونی جاریت عروج پر ہے۔ صہیونی ریاست اب مسجدِ قصیٰ پر قبضے کی جانب ایک اور خوف ناک قدم اٹھا چکی ہے۔ یہ حرمِ قصیٰ کو تقسیم کرنے اور وہاں یہودی عبادت گاہ بیکل سلیمانی تعمیر کرنے کا مکمل منصوبہ ہے۔ مسجدِ قصیٰ کو اوقات اور جگہ کے اعتبار سے تقسیم کرنے کے اس عمل میں جمع کے روز فلسطینی مسلمانوں کو مدد و تعداد میں مسجدِ قصیٰ جانے کی اجازت ہے، جب کہ ہفتے کا روز مکمل طور پر یہودیوں کے لیے کھلا ہوگا۔ اس کے علاوہ روزانہ صبح ۷ بجے سے ۱۱ بجے تک بھی حرمِ قصیٰ مسلمانوں کے لیے ممنوعہ اور یہودیوں کے لیے کھلا ہوگا۔ مسلمانوں کے لیے صرف مسجد کے اندر کا علاقہ مخصوص ہوگا، جب کہ حرم کا باقی پورا علاقہ یہودیوں کے لیے ہوگا۔

محصور و مقہور فلسطینی مردوزن مسجدِ قصیٰ میں اوقات و اماکن کی اس تقسیم کو روکنے کے لیے گذشتہ کئی ماہ سے مسجد کے اندر مختلف ہو کر بیٹھے ہیں۔ ان مختلفین کو صہیونی قابضین نے دہشت گرد قرار دے دیا ہے اور اب ان دہشت گروں سے مقابلے کے لیے "صہیونی سورا" ان پر حملہ آور ہوتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش پاسے مزین مسجدِ قصیٰ میں توڑ پھوڑ کرتے ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں مسجدِ قصیٰ میں آتشزدگی کی ناپاک جسارت ہوئی تھی، تو پوری مسلم دنیا میں کہرام مج گیا تھا اور آئی سی کی تنظیم اسی موقعے پر وجود میں آئی تھی۔ لیکن آج ہم ڈکٹیٹریشپ، اس کے مکار سرپرستوں، خوارج کے وحشی وارثوں اور اپنے ہی بھائیوں کے خون سے ہوئی کھلیے جانے کے نتیجے میں چر کے سہہ رہے ہیں۔ مسلم دنیا کو معلوم ہی نہیں کہ مسجدِ قصیٰ پر کیا بیت گئی۔ آج اگر امید ہے تو دشمن کے بارے میں یکسو ان سچے مجاہدین سے ہے، جو قصیٰ اور اس کے گرد و نواح میں برسر پیکار ہیں۔ ڈھارس ہے تو آغاز میں بیان کی گئی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبول ہو جانے والی اس دعا سے ہے کہ "پروردگار ہمارے دشمنوں کو ہم پر حاوی نہ رہنے دے۔"

ناجائز صہیونی ریاست نے بھی بہر حال معدوم ہونا ہے۔ شیخ احمد یاسین کا یہ الہامی جملہ اہل فلسطین کو ہمیشہ فعال رکھتا ہے کہ "میں ۲۰۲۷ کے بعد دنیا کے نقش پر اسرائیل نام کی ریاست کا وجود نہیں دیکھتا۔ اللہ نے اپنے اس شہید بندے کی بات کی لاج رکھ لی تو یہ نہ صرف فلسطین بلکہ اس کے پڑوئی ممالک بالخصوص شام، عراق اور مصر میں بھی جو ہری تبدیلی کی پیا مبرہوگی۔